بڑی تمنا تھی اور ناموس رسول ﷺ کی پاسبانی اور ملت کا اتحاد ان کا مقصد حیات تھا۔ زہد و پاکبازی اور مذہب کے گہرے مطالعہ اور علم کی بناء پر وہ امیر شریعت کے منصب پر فائز ہوئے تھے اور اس منصب پر اپنا حق ثابت کر دیا تھا۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی رحلت سے قوم ایک بے مثال خطیب اور تحریک آزادی کے ایک نمائندے سے محروم ہو گئی ہے اور یک ایسی شخصیت کھو بیٹھی ہے جس کے بارے میں یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ ایسی شخصیتیں مدتوں میں پیدا ہوتیں ہیں۔ یہ واقعی ہی ایک المیہ ہے کہ ہم ایسے بزرگوں سے تو محروم ہوتے جا رہے ہیں جو اپنی دھن کے پکے تھے ثابت قدم تھے ایثار پسند تھے اور دل میں ملت کا درد رکھتے تھے۔ مگر ان کی رحلت سے قومی زندگی میں جو نشستیں خالی ہو رہی ہیں انہیں پر کرنے کے لئے ہمیں مخلص اور بے لوث شخصیتیں نہیں ملتیں۔ قومیں محض اپنے پیش رووں کے کارنامے گنوا کر یا ان کا ماتم کر کے زندہ نہیں رہ سکتیں۔ حال کے مسائل، مصائب اور ضرورتیں زندہ اصحاب سے قربانی اور ایثار کا تقاضا رکھتی ہیں۔

روزنامہ ''کوہستان'' لاہور/مقالہ خصوصی

اک چراغ اور بجھا........

ملک میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی موت کی خبر انتہائی رنج و ملال سے سنی جائیگی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگر ہم ماضی کی طرف دیکھیں تو ہماری آزادی کی شاہراہ ربع صدی قبل کے ان تنگ و تاریک اور ناہموار راستوں سے جا ملتی ہے جہاں چند اولوالعزم انسان درماندہ مسافروں کو آوازیں دے رہے ہیں۔ کبھی ان کی شعلہ نوائی سے مردہ زندگی کی رگوں میں خون دوڑنے لگتا ہے اور اپنے حال سے پریشان اور مستقبل سے مایوس مسافر یکایک نئے حوصلوں اور ولولوں سے سرشار ہو کر ان کے پیچھے دوڑنے لگتے ہیں اور کبھی کڑی آزمائشوں کے دور میں ان کے پیچھے چلنے والے قافلوں کی ہمت جواب دے جاتی ہے لیکن ان کوہ پیکر انسانوں کے عزم و ثبات میں کوئی فرق نہیں آتا۔ آزادی کی تمنا کرنے کے جرم کی پاداش میں ان کے لئے قید خانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے یں اور ان کی زبانوں پر سنگینوں کے پہرے بٹھا دیئے جاتے ہیں۔ لیکن ہر مصیبت، ہر ناکامی اور ہر آزمائش ان کے سینے میں امیدوں کے نئے چراغ روشن کرتی ہے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے فرنگی استبداد کے خلاف اس وقت علم بغاوت بلند کیا تھا۔ جب سلطنت برطانیہ پر سورج غروب نہیں ہوتا تھا اور آزادی کی خواہش ایک دیوانے کا خواب سمجھی جاتی تھی۔

مرحوم برصغیر کے وہ بے مثال خطیب تھے۔ جن کی شعلہ نوائی نے کروڑوں انسانوں کے دلوں میں آزادی کا ولولہ پیدا کیا تھا۔ ان کی عظمت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ رات جس میں

انہوں نے سفر کا آغاز کیا تھا کتنی تاریک تھی اور ایمان و یقین محکم کی وہ قندیل جو انہوں نے بلند کی تھی کس قدر تابناک تھی۔ اگر ان کے راستے میں آلام و مصائب کے پہاڑ کھڑے تھے تو انہوں نے کس قدر جرأت و پامردی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا تھا۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی زندگی کا مقصد کروڑوں انسانوں کو آزادی کی تڑپ عطا کرنا تھا۔ اگر ہم آزادی کے ایک نڈر مبلغ کی حیثیت سے ان کے حالات پر غور کریں تو ہمیں اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ وہ ایک عظیم انسان تھے۔ ہمیں ان کے طریق کار سے اختلاف ہوسکتا ہے لیکن کوئی بھی ان کی عظمت سے انکار نہیں کرسکتا۔ آنے والی نسلیں جب برصغیر پاک و ہند کی آزادی کی تاریخ کے بکھرے ہوئے اوراق اکٹھا کریں گی تو اس وقت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو فراموش نہیں کرسکیں گی۔ جنہوں نے اپنی زندگی کے بہترین سال قید و بند کی صعوبتوں میں گزارے تھے۔ ہم پورے صدق و خلوص کے ساتھ یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ہمیں اس سعادت مند قوم کا جذبہ عطا کرے جو کسی بھی حالت میں اپنے محسنوں کو فراموش نہیں کرتی۔

روزنامہ ''آفاق'' لائلپور / تعزیتی شذرہ

ایک ''روایت'' کا انجام!

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی وفات ایک راویت کے انجام کا اعلان ہے۔ وہ اُس روایت کی پیداوار تھے جس میں لفظ گرمیٔ آواز کے ساتھ آدمی اور آدمی کے درمیان رشتہ گردانا جاتا تھا۔ انسانی رشتہ کے اس تصور نے خطابت کو جنم دیا۔ جسے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری، ہندی مسلمانوں کے ایک بھرے پرے دور میں پیدا ہوئے۔ اس دور میں قد آور رہنماؤں کے ہوتے ہوئے انہوں نے اس طرح ایک منفرد مقام پیدا کیا کہ مسلمانوں کی مذہبی زندگی کو سیاسی زندگی سے مربوط کرنے کی کوشش کی اور خطابت کو طریق اظہار کے طور پر اپنایا جو مسلمانوں کی مذہبی زندگی اور سیاسی زندگی دونوں میں ایک مقبول اور مؤثر طریق اظہار کا مرتبہ رکھتی تھی۔ خطابت ان کے ہاتھوں میں کم و بیش ایک تخلیقی ذریعہ اظہار بن گئی تھی۔ ان کی ذات کو ہماری خطابت کا آخری سنبھالا کہنا چاہیئے بلکہ ان کے سفر آخرت کے ساتھ ساتھ یہ روایت ہماری اجتماعی زندگی سے سفر کرتی نظر آتی ہے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری ایک ایسے خطیب تھے جنہیں بیک وقت مذہبی عالم اور ایک سیاسی رہنما کی حیثیت حاصل تھی۔ ۱۹۲۰ء کو ۲۹ برس کی عمر میں وہ تحریک خلافت میں شامل ہوئے۔ مجلس احرار اسلام کے بانیوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ۱۹۲۹ء میں اس جماعت کے صدر منتخب ہوئے۔ ان کے سیاسی نقطہ نظر سے